© rasailojaraid.com

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں —— اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

چھ روزہ

مجلس تفہیم و تدریس قرآن

آغاز: جمعۃ المبارک 25 دسمبر 2009: 10 بجے صبح ۔۔۔ اختتام: 30 دسمبر 2009 بروز بدھ بعد نماز عشاء۔

بمقام
مسجد بلال جھوک نواز
ضلع وہاڑی
پنجاب

اہلیت
نگاہ بلند، سخن دل نواز
جاں پر سوز

سہولت
قیام و طعام و تعلیم
بالکل مفت

بیرون ملک تحریکی احباب اپنے پاکستانی عزیز و اقارب کو شمولیت کی ترغیب دیں

★ مجلس میں شمولیت کے ارادے سے انتظامیہ کو 20 دسمبر تک مطلع فرمانا مناسب رہے گا ★ مجلس کا نصاب اور دیگر تفصیلات کے حصول کے لئے بذریعہ خط/فون رابطہ کریں۔

محمد رفیق نظامی ایڈووکیٹ
03007599197
جھوک نواز اڈا کوارٹر
وہاڑی، لاہور روڈ ضلع وہاڑی

اللہ داد نظامی
0334-4366743
0302-6997231
جھوک نواز براہ گگو منڈی ضلع وہاڑی

محمد ممتاز قطب
0301-8940231
یاسر رحمن
0321-6523497

زیر انتظام: روشنی کا پیامبر **بلال اسلامک سنٹر** جھوک نواز ضلع وہاڑی

فروغ علم اکیڈمی کی فکر انگیز اور بصیرت افروز کتب کا مطالعہ کیجیے

مصنف: میاں محمد اشرف

✿	اسلامی تہذیب	230/-
✿	اسلامی تہذیب واخلاق	700/-
✿	علم	200/-
✿	بدامنی	300/-
✿	عالم گیریت اور اس کے اثرات	350/-
✿	بدکاری	200/-
✿	ماحولیات	200/-
✿	منتخب تحریریں	300/-
✿	غربت	260/-
✿	اخلاقیات	350/-

✿	غلامی ایک تاریخی جائزہ	1000/-
✿	اسلام اور غلامی	350/-
✿	ہندو معاشرہ اور غلامی	300/-
✿	امریکا اور غلامی	200/-

تازہ کتب

✿	انسان، ایک تعارف	65/-
✿	مہاجرین، عالمی تناظر میں	300/-
✿	اسلحہ	300/-
✿	نسل پرستی	300/-

رعایت 20 فی صد (مکمل سیٹ خریدنے پر) ترسیل بذمہ ادارہ

فروغِ علم اکیڈمی 1179-اڈل ٹاؤن ہمک، اسلام آباد۔ فون: 051-4490330 موبائل: 0334-5503848

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم القرآن لغت

عبدالرحمٰن صابر قرنیؒ

قرآن اور قرآنی عربی سیکھنے والوں کیلئے نادر و نایاب تحفہ!

تعلیم القرآن لغت میں:

۱۔ تمام الفاظ قرآنی حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب وار درج کیے گئے ہیں۔
۲۔ ہر لفظ کا ترجمہ و مفہوم، مادہ و مصدر اور صرفی تشریح کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ نیز ضروری الفاظ کے ساتھ افادات و تاریخی نوٹس بھی لکھے گئے ہیں۔
۳۔ ہر لفظ کا مکمل حوالہ قرآن، سورۃ نمبر: آیت نمبر کے لحاظ سے۔
۴۔ ایک ضمیمے کی شکل میں تمام الفاظ قرآنی کو بلحاظ مادہ و مصدر بھی جمع کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ لغت معجم المفہرس کا بھی فائدہ دے گی۔
۵۔ ہر مصدر و مشتق کی صرف صغیر معلوم کرنے کا طریقہ، عربی سیکھنے کیلئے ایک منفرد خصوصیت۔

نوٹ: تعلیم القرآن لغت اصل میں تعلیم القرآن کے سلسلے میں شائع ہونے والے مجلد سیٹوں کا چوتھا حصہ ہے، تاہم یہ الگ سے ایک مکمل کتاب ہے اور دیگر تراجم و تفاسیر کے ساتھ بھی اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ہدیہ: ۳۵۰/- روپے، صفحات: ۸۲۴ (صرف ۳۲۵ روپے میں vpp طلب فرمائیں)

ادارہ تعلیم القرآن

19/C منصورہ، ملتان روڈ، لاہور 54570، پاکستان
Phone:042-35412949, 04235025227

محاضراتِ قرآنی	ڈاکٹر محمود احمد غازی کے خطبات کا مجموعہ	350/-
محاضراتِ حدیث	ڈاکٹر محمود احمد غازی کے خطبات کا مجموعہ	400/-
محاضراتِ سیرت ﷺ	ڈاکٹر محمود احمد غازی کے خطبات کا مجموعہ	525/-
محاضراتِ فقہ	ڈاکٹر محمود احمد غازی کے خطبات کا مجموعہ	410/-
محاضراتِ شریعت	ڈاکٹر محمود احمد غازی کے خطبات کا مجموعہ	500/-
محسن انسانیت ﷺ	نعیم صدیقی کے بہار آفریں قلم سے	440/-
تعلیم کا تہذیبی نظریہ	نعیم صدیقی کے بہار آفریں قلم سے	500/-
حجاز ریلوے۔ عثمانی ترک اور شریف مکہ	نسیم احمد	200/-
اسلام میں عبادات کا حقیقی مفہوم	مترجم: خدا بخش کلیار	220/-
آخری سانس	مترجم: خدا بخش کلیار	60/-
فلسفہ سائنس اور قرآن	مترجم: خدا بخش کلیار	225/-
اسلامی زندگی قرآن کے آئینہ میں	مولانا شمشاد قاسمی	120/-
مثنوی مولوی معنوی	مولانا رومیؒ	1100/-
مفتاح العلوم (شرح مثنوی مولانا روم 6 جلد)	مولانا رومیؒ	6000/-
تاریخ طبری (7 جلد)	علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری	3600/-
تاریخ ابن خلدون (6 جلد)	علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون	3200/-
میں نے بغداد جلتے دیکھا	سرور منیر راؤ	450/-
مفتیانے اول (افسانے)	ممتاز مفتی	1500/-
مفتیانے دوم (تصوف، سفرنامہ، ڈرامہ) 900/-	مفتیانے سوم (مضامین، شخصیت نگاری)	900/-

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
(منی آرڈر بھیجنے کی صورت میں ڈاک خرچ فری ہوگا)

Al-Faisal Nashran
Ghazni St, Urdu Bazar,Lahore.Ph.042-37230777

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انتخابِ زوجین

نگہت حسین ؂

معاشرتی زندگی کی بنیادی اکائی خاندان ہے۔ اسلامی معاشرے میں ہر نئے خاندان کی ابتدا ایک مرد اور عورت کے درمیان نکاح کے ذریعے ڈالی جاتی ہے۔ معاشرے کی صالح قدروں کی نشوونما، استحکام اور بقا، خاندان کی مضبوطی سے وابستہ ہے۔ ایک صالح خاندان اس وقت وجود میں آتا ہے جب صالح مرد اور عورت آپس میں نکاح کے پاکیزہ رشتے سے منسلک ہو جائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح میری سنت ہے''۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا: ''میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں، جو میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں ہے'' (بخاری)۔ گویا ایک مسلم معاشرے میں نکاح بے حد اہمیت کا حامل ہی نہیں، سنتِ رسولؐ بھی ہے۔

نکاح مرد و عورت کے درمیان ایک پاکیزہ، پرخلوص بندھن کا ایسا معاہدہ ہے جس میں اللہ نے برکت، محبت و خوب صورتی پیدا کر دی ہے۔ ''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی'' (روم ۳۰:۲۱)۔ اس مخلص رشتے میں محبت دراصل اللہ کی بے پایاں رحمت کا حصہ ہے جس کا مقصد ایک پرسکون اور صالح معاشرتی زندگی کی تعمیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو یہ دعا سکھائی ہے: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ (الفرقان ۲۵:۷۴) ''اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور

؂ کراچی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنادے‘‘۔

عام طور پر شادی کی تیاریاں تو بہت زوروشور سے ہوتی ہیں لیکن شادی کے بعد کی زندگی کی کوئی منصوبہ بندی جس کی بنیاد خالصتاً رضاے الٰہی، یعنی دینی بنیادوں پر ہو نظرانداز ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس سلسلے میں دین دار گھرانوں کا بھی غیر اسلامی معاملات سے صرفِ نظر کرنا گویا دین داری کو پھر اسی دائرے میں مقید کردینا ہے جس کا آغاز کلمہ کے زبانی اقرار سے شروع ہوکر عبادات کے مظاہر پر ختم ہوجاتا ہے۔ اگر اس میں اللہ کی حدود اور اسلامی تعلیمات کا خیال رکھا جائے تو خاندان کی ابتدا اسلامی اصولوں پر ہوگی۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ وہ زندگی کے ایک ایسے فیصلے کو جس پر انسان کی آدھی سے زیادہ زندگی کے اعمال کا انحصار ہے، نظرانداز نہیں کرسکتا۔ اسلام میں اس سلسلے میں نہایت واضح رہنمائی ملتی ہے جس پر عمل پیرا ہوا جائے تو وہ مسائل جن کا فی زمانہ بہت سے لوگوں کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ان کی شدت میں کمی واقع ہوجائے۔

شریکِ حیات کا انتخاب

یہ شادی کی تیاری کا پہلا مرحلہ ہے جو ہماری معاشرت میں خالصتاً زنانہ کام سمجھا جاتا ہے۔ بظاہر عام روزمرہ زندگی کا ایک ایسا کام جس کو سال ہا سال سے تقریباً ہر فرد نے اپنی اپنی اولادوں کے لیے سرانجام دیا ہوگا، ہمارے دین کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں احادیث سے واضح ہدایات ملتی ہیں۔ ہر عمل جو روزمرہ زندگی میں معمول کا حصہ سمجھا جاتا ہے، ایسے مباحات میں شمار ہوتا ہے جن میں دینی لحاظ سے بھرپور منصوبہ بندی کرکے آغاز کیا جائے تو آخرت میں بے حد اجروثواب کا باعث ہوسکتا ہے۔ یہاں ذرا ٹھیر کر خود سے سوال کریں کہ آپ انتخابِ زوج کے لیے کیا ترجیحات رکھتے ہیں؟ پھر اس کی درجہ بہ درجہ فہرست مرتب کرلیں تو ہمیں خود اندازہ ہوجائے گا کہ دین ہمارے معاملات میں کس درجہ اور کس حد تک شامل ہے اور رسوم و رواج، جاہلانہ روایات و اقدار جس میں قوم، قبیلہ، ذات وغیرہ شامل ہیں ان کی کیا اہمیت ہے۔

نیت

حدیث ہے کہ ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔ مناسب زوج کا انتخاب کرتے وقت اس حدیث کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کیا میری بیٹی، بیٹا یا فرد اپنی شادی صرف اس وجہ سے ضروری ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ یہ ایک معاشرتی یا طبیعی ضرورت ہے یا اس لیے کہ ایک پاکیزہ رشتے سے ایک صالح خاندان وجود میں آئے گا؟ یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ اخلاص نیت سے کیا گیا ہر کام عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ جس طرح ہر عبادت کی نیت ہوتی ہے جو اس عبادت کے لیے یکسو کر دیتی ہے، اسی طرح زندگی کے دیگر معاملات میں بھی نیت کو خالص اللہ کی رضا کے لیے متعین کرنا قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے اور ساتھ ساتھ شیطانی افکار و اعمال سے نجات کا بھی۔ اگر نکاح کی تیاریوں کے اس مرحلے کو خالص کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال رہے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی نیتوں کا جائزہ لیتا رہے، اپنی رغبتوں کو پرکھتا رہے کہ نکاح کے لیے میری نیت کیا ہے اور میری ترجیحات میں دین کتنا شامل ہے۔

پسند اور ناپسند کا دینی معیار

دوسرا مرحلہ ایک ایسے فرد کی تلاش ہے جو نکاح کے لیے ان تمام شرائط کو پورا کرتا ہو جس کا تقاضا دین اسلام ہم سے کرتا ہے۔ اس ضمن میں ہر فرد کو خوب سوچ بچار کرنے کا حق حاصل ہے لیکن ترجیحات کا تعین ہماری دینی سمجھ بوجھ اور تقویٰ پر منحصر ہے۔ ایک دین دار فرد کے لیے یقیناً زندگی کا یہ مرحلہ بہت نازک ہوتا ہے۔ جب زندگی کا ایک حصہ اللہ کے احکام کے مطابق گزارنے کی سعی میں صرف ہو چکا ہو تو وہ فرد اپنی باقی ماندہ زندگی کو ایسے فرد کے ساتھ گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتا جو ملحدانہ سوچ کا حامل ہو اور اس کا دین زبانی کلامی اسلامی دعووں تک محدود ہو۔

قرآن صالح مرد کے لیے صالح عورت اور صالح عورت کے لیے صالح مرد کا انتخاب کرتا ہے۔ ”خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے۔ پاکیزہ عورتیں، پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے“ (النور ۲۴:۲۶)۔ اسی طرح پسند ناپسند کا معیار تقویٰ پر مقرر کرتے ہوئے قرآن میں تاکید آتی ہے کہ ”تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لونڈی، مشرک شریف زادی سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمھیں بہت پسند ہو۔ اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام، مشرک شریف سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمھیں بہت پسند ہو۔ یہ لوگ تمھیں آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرف بلاتا ہے۔" (البقرہ ۲:۲۲۱)

انتخاب کرنے والے فرد کو انتخاب کرتے وقت یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ پسند ناپسند کا معیار دینی تعلیمات پر مبنی ہے یا اپنی ذاتی رغبتوں اور زمانے کی روایات کے مطابق۔ حدیث نبویؐ اس سلسلے میں ہماری جو رہنمائی کرتی ہے وہ بہت واضح ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کسی عورت سے محض اس کی عزت کی وجہ سے شادی کی، اللہ تعالیٰ اس کو خوب ذلیل کرے گا، جس نے کسی عورت سے اس کے مال کے سبب شادی کی تو اللہ تعالیٰ اسے محتاج بنا دے گا، اور جس نے کسی عورت سے اس مقصد کے لیے شادی کی کہ اس طرح اس کی نگاہ جھکی رہے اور اس کی شرم گاہ محفوظ رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عورت کے ذریعے اور عورت کو اس شخص کے ذریعے خیر و برکت سے نواز دے گا"۔ (الطبرانی الاوسط)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورت سے چار بنیادوں پر نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی خاطر، خاندان کی وجہ سے، اس کے حُسن کی وجہ سے، اس کے دین کی خاطر۔ تمھارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں، تم دین دار عورت کو نکاح میں لاؤ۔ (بخاری، مسلم)

اسلام نکاح کا پیغام دینے والے مرد و عورت کے لواحقین کے سامنے جو معیار پیش کرتا ہے وہ ان احادیث سے واضح ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی کا کل اثاثہ دین ہے۔ سارے معاملات کی بنیاد بھی دین ہے کیونکہ اس کے علاوہ سارے معیار ہماری ذاتی، نفسی اور رسوم و روایات پر مبنی اور باطل ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات و نتائج اور نقصانات کے ہم خود ذمہ دار ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ رسولؐ اللہ نے نکاح کرنے والے ہر فرد کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ اس کا معیار پاکیزہ طبیعت، دین داری اور بہترین اخلاق پر ہونا ضروری ہے نہ کہ ظاہری چمک دمک اور مال و دولت پر۔ ان معاملات کو دینی بنیادوں پر اسی وقت استوار کیا جاسکتا ہے جب فرد اپنی سوچ کو دین کے تقاضوں کے مطابق کر دے۔ وہ فرد جو حسن صورت اور دنیاوی مرتبہ رکھتا ہو اس کا حصول بہت پُرکشش ہوتا ہے۔ اس معیار پر بھی اسلام نے کوئی قدغن نہیں لگائی کیونکہ اس رشتے کی بنیاد دلی رغبت پر بھی ہوتی ہے لیکن صرف اس کو معیار بنا کر دین کو فہرست کی انتہا پر رکھنا یا اسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غیر ضروری حیثیت دے دینا درست نہیں ہے۔

عزت کا قرآنی معیار

عزت کا قرآنی معیار ایک ایسا آفاقی معیار ہے جو ہر اس نظریے کی نفی کرتا ہے جس سے انسانیت متاثر ہوتی ہے۔ اس معیار کو قرآن اس طرح پیش کرتا ہے: ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے'' (الحجرات)۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تمھاری شکل و صورت اور جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور تمھارے عملوں کو دیکھتا ہے'' (صحیح مسلم)۔ اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ ''تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے''۔

یہ دراصل وہ اسلامی معیارِ عزت ہے جس میں قابلِ عزت صرف وہی ہے جس کے پاس تقویٰ ہو۔ اگر رشتوں کی بنیاد بھی اسی آفاقی معیارِ عزت پر رکھی جائے تو مروجہ روایتی طریقوں کی پیروی جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، خود ہی ختم ہو جائے گی۔ زندگی کے ہر شعبے کو کسی نہ کسی قانون کا پابند کیا جاسکتا ہے اور لوگوں کو اس کی پاس داری پر مجبور بھی کیا جاسکتا ہے لیکن گھریلو معاملات کے دائرے میں معاملات درست کرنے کے لیے تقویٰ ناگزیر ہے، ورنہ فرد پر کوئی قانون لاگو نہیں کیا جاسکتا۔ یہی تقویٰ آیندہ زندگی کے معاملات کو درست رکھنے اور رضاے الٰہی کے حصول کے لیے معاون ہوگا۔ ورنہ شیطان کے چنگل میں پھنسے لوگ اللہ کے خوف سے آزاد ہو کر معاملات کرتے ہیں اور زندگی طنز، طعنے، بدگمانی، حسد جلن جیسے قبیح افعال سے بھر جاتی ہے۔

مستقبل کے والدین کا انتخاب

مومن کوتاہ بین نہیں ہوتا۔ اس کی بصیرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے ہر عمل کا مستقبل آخرت میں دیکھے۔ انتخاب کرتے وقت اس بات کا بھی ادراک ہونا ضروری ہے کہ یہ انتخاب محض زوجین کا ہی نہیں بلکہ مستقبل کے والدین کا انتخاب بھی ہے۔ ان کو آگے چل کر امت مسلمہ کے لیے ایسے افراد کی تربیت کرنے کا فرض ادا کرنا ہے جنھیں خلیفۃ اللہ فی الارض کا منصب سنبھالنا ہے۔ وہ نکاح جس میں دینی اقدار کا خیال رکھا جاتا ہے تربیت اولاد کے سلسلے میں بھی ٹھوس کردار ادا کرتا ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی کے ذریعے ایک صالح نسل وجود میں آتی ہے۔ لہٰذا انتخابِ زوجین کے وقت ایک ایسا خاندان ضرور چشمِ تصور میں رکھنا چاہیے جو صالحیت کے قرآنی معیار پر پورا اترتا ہو اور جس میں زوجین بحیثیت ماں باپ کے اپنے اپنے فرائض وحقوق ادا کر کے نسلِ نو کی اسلامی اصولوں پر تربیت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ جہاں ماں کی گود اولاد کے لیے پہلا مدرسہ ہے وہیں حدیث کے مطابق ایک باپ کا اپنے بچے کے لیے سب سے بہترین عطیہ اچھی تعلیم و تربیت ہے۔ یوں تربیت کی ذمہ داری ماں باپ دونوں کے کاندھوں پر آجاتی ہے۔ تربیت وہی فرد بحسن وخوبی کر سکتا ہے جو اپنے فرض و ذمہ داری کا بخوبی ادراک رکھتا ہو۔

قرآن میں ہے کہ ''اے مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ'' (التحریم ۶۶:۶)۔ قرآن نجات کا یہ اصول پیش کرتا ہے کہ صرف اپنی ہی فکر نہ کرو بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی آتش دوزخ سے نجات دلانا سرپرست ہی کا فریضہ ہے۔ اس فرض کی ادایگی اسی وقت ممکن ہے جب والدین کے اپنے دل میں حب الٰہی، خوف خدا اور ایمان کی کیفیات ہوں جو ان کے معاملات سے بھی جھلکتی ہوں۔ آج کی نوجوان نسل کے کاندھوں پر کل کے مستقبل کے معماروں کی تربیت اور نشوونما کی ذمہ داری ہے۔ اس میں کی جانی والی کوتاہی ہماری نسلوں کے ایمان وعمل کو تباہ کر سکتی ہے۔

جنت کا حصول

جنت کے حصول کا ایک اہم ذریعہ نیک اور صالح زوجین کے انتخاب سے بھی مشروط ہے۔ قرآن میں مختلف مقامات پر بیویوں اور اولاد کے لیے جنت کا وعدہ ہے: ''آخرت کا گھر انھی لوگوں کے لیے ہے، یعنی ایسے باغ جو اِن کی ابدی قیام گاہ ہوں گے۔ وہ خود بھی ان میں داخل ہوں اور ان کے آبا و اجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو جو صالح ہیں وہ بھی اُن کے ساتھ وہاں جائیں گے'' (الرعد ۱۳:۲۳-۲۴)۔ ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیابی کا تصور جنت میں داخل ہونے اور آتش جہنم سے نجات سے منسلک ہے۔ اس لیے نیک زوج کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ نہ صرف خود کو بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی آتش دوزخ سے بچانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اور مقام پر ہے: ''جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کسی درجۂ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے اُن کی اُس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں کوئی گھاٹا ان کو نہ دیں گے'' (الطور ۵۲:۲۱)۔ پس انتخاب کرتے وقت مستقبل کا وہ نقشہ ضرور سامنے رہنا چاہیے جس میں آخرت کا خسارہ نہ ہو۔ مستقبل تو لازمی سوچا جاتا ہے لیکن وہ اسی روزمرہ زندگی کے حوالے سے یا اپنے ساتھ تعلقات کی بنیاد پر تعمیر کیا گیا ہوتا ہے۔ اس مستقبل میں اگر آخرت کا حصہ بھی شامل کر لیں تو ان شاء اللہ اصل ناکامی اور خسارے سے بچ رہیں گے۔

مستحکم گھرانا

مشاورت، اخوت و محبت اور نظم و ضبط کسی بھی گھرانے کو مستحکم کرنے کا سبب ہیں۔ ایسے گھرانے کی تشکیل وہی افراد کر سکتے ہیں جن کے دل میں حب الٰہی ہو اور ان کی محبت و نفرت، کسی سے ملنا اور کٹنا صرف اور صرف اللہ رب العالمین کی خوشنودی کے لیے ہو۔ جن گھرانوں میں ان اوصاف کی قدر کی جاتی ہے وہاں خود بہ خود تعلقات مستحکم اور پایدار ہو جاتے ہیں اور فرد کو اپنے حقوق کے بجاے اپنے فرائض کی ادایگی کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ عفو و درگزر کا رویہ ایک مومن ہی کی شان ہے۔ نیک و صالح زوجین اپنے تعلقات کی بنیاد اللہ رب العزت کی خوشنودی کے حصول پر رکھتے ہیں، لہٰذا وہ اپنے اخلاق کی ہر ممکن حفاظت کرتے ہیں۔ بڑوں کی عزت، چھوٹوں سے شفقت و محبت، راے کی قربانی، کسی کی خاطر اپنے جذبات و احساسات کو قربان کر دینا جیسے اعلیٰ اوصاف گھر ہی سے پروان چڑھتے ہیں۔ جن افراد کے دل میں ایمان کا بیج خوب اچھی طرح جڑ پکڑ چکا ہو تو اس کی بہاریں ان کے عمل سے ظاہر ہوتی ہیں۔ ایسے افراد ہمارے آس پاس، اردگرد ہی موجود ہوتے ہیں لیکن ہماری ترجیحات کی بنا پر وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ یہ ہر فرد کا اپنا انتخاب ہے کہ وہ زوجین کے انتخاب کے وقت مستقبل کی ان چیزوں کو مدنظر رکھتا ہے یا وقتی دل کشی اور آسودگی کے معیارات میں کھو کر تھوڑے فائدے کو اپنا مطمح نظر جان لیتا ہے جس میں ممکن ہے کہ دنیا کی کامیابی ہو لیکن بہت ممکن ہے کہ اس عارضی کامیابی میں جنت کی راہ کہیں کھو جائے اور کُلی خسارہ اس طرح ہماری جھولی میں آ گرے کہ ہمیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینی معیار پر سمجھوتا

مغربی تہذیب کے مفاسد ہماری معاشرت و معاملات میں اس حد تک سرایت کر گئے ہیں کہ جب دین کی بنیادوں پر معاملات کی بات ہو تو اس پر عمل کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور نظر آتا ہے۔ خاص طور پر اس مرحلے میں فرد خود اس بات کا اندازہ نہیں کر پاتا کہ وہ کس وجہ سے کون سا کام کر رہا ہے تاوقتیکہ وہ اپنے ہر ہر عمل کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کر دے، اور اپنے ہر عمل کا جواز اپنے دل سے پوچھے کہ کیا اس میں میری ذاتی رغبت ہے یا یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہے۔ معاشرے کا چلن اس طرح ہو گیا ہے کہ ان مراحل میں اس عارضی زندگی کے لوازمات اور ضروریات پر تو خوب بات کی جاتی ہے اور کمی بیشی کی صورت میں شاذ و نادر ہی سمجھوتا کیا جاتا ہے، تاہم دینی معیار پر خوب خوب سمجھوتا کیا جاتا ہے۔ جب مرد کے لیے معیارِ انتخاب مالی حیثیت، گھر والوں کی تعداد وغیرہ جیسے امور پر ہی ختم ہو جائے اور عورت کے لیے خوب صورتی، جان پہچان، مال و دولت وغیرہ پر، تو دینی معیار بہت ہلکے پھلکے انداز میں لیا جاتا ہے۔ فریقین کے بارے میں ان باتوں کا جاننا کہ نماز کی پابندی کا کیا حال ہے، قرآن سے تعلق کی کیا کیفیت ہے، قرآن سمجھنے، سمجھانے میں کتنا وقت لگا تا معمول ہے، سنت رسولؐ سے محبت و اُلفت کتنی ہے، زندگی کے معمول میں اقامت دین کی جدوجہد کا کتنا حصہ ہے، دنیا میں اپنے اصل مقصد سے کتنی آگاہی ہے اور معاملات میں اسلام کتنا ہے، جیسے اہم سوالات جو کہ درحقیقت سیرت و کردار سازی کی بنیاد ہیں اور آگے چل کر پُرسکون زندگی کا باعث بنتے ہیں، جنھیں اصل میں جاننے کی جستجو ہونی چاہیے انتہائی غیر اہم سمجھے جاتے ہیں، جب کہ اس سے کہیں زیادہ محنت ان باتوں کی تحقیق میں کی جاتی ہے جو اس چند روزہ زندگی کا کھیل تماشا ہیں۔ سمجھوتا ہوتا ہے تو دینی معاملات میں۔ زندگی کے ہر معاملے میں ہم خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں بس ایک دینی معاملات ہی ایسے ہوتے ہیں جن میں سمجھوتا کرنے کا مشورہ دے کر اپنے عقل مند اور حقیقت پسند ہونے کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

یہ دراصل اس بات کا نتیجہ ہے کہ صالحیت کا قرآنی معیار رائج الوقت نہیں ہے، لہٰذا اس کی خواہش و جستجو کرنا ایک لاحاصل کام سمجھا جاتا ہے۔ صالحیت ایک طرزِ زندگی کا نام ہے جو کسی محدود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دائرے میں مقید نہیں رہتی اور مصلحتوں کے انبار میں نہیں دبتی۔ اس کا اظہار ہر بات اور ہر معاملے سے ہوتا ہے۔ عقل مند تو اللہ کی نظر میں وہ ہے جو اپنی آخرت کی فکر کرتا ہے نہ کہ وہ جو دنیا کی زندگی کو اپنا مطمحِ نظر مان کر ساری تگ و دو اسی کے لیے کرتا ہے جو کہ غارت ہو جانے والی ہے۔ کیا اللہ رب العزت بھی تقویٰ کا وہی معیار قبول کریں گے جو ہمارے پیش نظر ہوتا ہے؟ اگر کسی کو اس بات کا پختہ یقین ہے تو پھر تو دینی معیار پر سمجھوتے کی گنجایش نکل بھی آتی ہے تاہم دوسری صورت میں چند روزہ زندگی کے لیے آخرت تباہ کرنا کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہے۔ یہی معیار ہمیں جنت کے حصول کے لیے چاہیے تو ذرا سوچ لیں کہ کیا جنت کا سودا اتنا سستا ہے کہ وہ یوں ہی مل جائے گی، جب کہ ہماری زندگیاں مادہ پرستی کا بھرپور شاہکار ہوں۔ اپنی اولاد، زوج، رشتہ داریوں اور تعلقات کے لیے اپنی پسند کا اسلام قبول کرتے ہوں گو کہ ہمارا دعویٰ ہو کہ ہم مسلمان ہیں، جب کہ ایمان ہمارے حلق سے نیچے نہ اُترا ہو۔ سیرتِ رسولؐ اور سیرتِ صحابہؓ سے ہمیں اُس معیار تقویٰ کی جھلک نظر آتی ہے جو مسلمان مرد و عورت کو زوجین کے انتخاب کے وقت پیش نظر رکھنا چاہیے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا صرف اس بات سے متاثر ہو کر ایک دودھ بیچنے والی کی لڑکی کو اپنی بہو بنالینا کہ اس نے اللہ سے خوف کی بنا پر دھوکا و ملاوٹ سے انکار کر دیا، اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ایک مسلمان کا مطلوب و مقصود تقویٰ ہوتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انھی کی نسلوں سے ایک بار پھر عمرؒ ثانی کی مثال دنیا کو ملتی ہے۔

نکاح کو بوجھل بنانے والے عوامل

ذیل میں ان عوامل کی نشان دہی کی جارہی ہے جو نکاح کو مشکل اور حرام کو آسان بنا رہے ہیں اور جن کی بنیادیں اسلام میں نہیں ہیں لامحالہ یہ عوامل فساد فی الارض کا سبب بھی ہیں۔

دینی قدروں کو نظر انداز کرنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تمھارے پاس ایسا شخص (نکاح کا پیغام) لے کر آئے جس کی دین داری اور اخلاق سے تم خوش ہو تو پھر اس کے ساتھ نکاح کر لو ورنہ زمین میں فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔ (ترمذی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں دینی قدروں پر سمجھوتا کیا جاتا ہے وہاں دین داروں کو اس وجہ سے مسترد بھی کر دیا جاتا ہے کہ وہ بہت سی دنیاوی لوازمات میں پیچھے ہوتے ہیں یا ہم پلہ نہیں ہوتے۔ اسلامی معاشرے کا اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوگا کہ ایک پاک باز لڑکی کو ایک بے دین، ملحدانہ نظریات و خیالات رکھنے والے مرد کے عقد میں دے دیا جائے جس کی نظر میں اعلیٰ اخلاقی قدروں اور اوصاف کی کوئی وقعت ہی نہ ہو، اور پھر لڑکی کو فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کی مثالیں دے کر سمجھوتا کرنے کو کہا جائے، یا شوہر کے رنگ میں رنگ کر اپنی آخرت تباہ کرنے کے لیے آمادہ کیا جائے۔ انتخاب کے عمل میں ترجیح، تقویٰ کو ہونا چاہیے۔ خدانخواستہ کبھی معاملہ اس کے برعکس ہو جائے تو فرد آسیہ کا کردار بھی ضرور ادا کرے لیکن شادی ہی یہی سوچ کر کی جائے تو یہ اللہ سے مایوسی کا رویہ ہے۔ ایسے میں اپنے اُخروی مستقبل کا ضرور سوچ لینا چاہیے۔ اسی طرح مرد کے لیے بے دین بیوی کا انتخاب مرد کی دین داری کو متاثر کرتا ہے۔ جنت کے حصول کے خواہش مند فرد کا انتخاب حدیث نبویؐ کے مطابق ہوتا ہے۔ حدیث ہے کہ دنیا متاع ہے اور اس کی بہترین متاع نیک بیوی ہے (مسلم)۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے کہ نکاح آدمی کا نصف دین ہے۔ پس آدمی کو اپنے باقی نصف دین کی فکر کرنی چاہیے۔

ان ہدایات کو نظرانداز کرنے کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ کیفیت یہ ہے کہ نکاح جیسے حلال، پاکیزہ اور آسان عمل کو مشکل ترین بنا دیا گیا اور حرام کے تمام ذرائع آزادانہ چاروں طرف میسر ہیں۔ سرپرست، والدین اپنے بچوں کی طرف سے متفکر رہتے ہیں لیکن معاشرے کی اس صورت حال میں کس کا کتنا حصہ ہے اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ جب ہم اپنی اولاد کے لیے حلال ذرائع خود مشکل بناتے ہیں، ان کو اپنی خودساختہ رسوم و روایات کا پابند کرتے ہیں تو حرام ذریعہ اپنی جگہ خود بنا لیتا ہے اور اسی کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔ آج نکاح مشکل ہے اور زنا آسان۔ اس سے بڑا فتنہ اور فساد فی الارض اور کیا ہوگا کہ وہ گناہ جس سے صالحیت کی عمارت زمین بوس ہو جائے آسان ہو اور جو بات معاشرے کی پاکیزگی کی ضامن ہے وہ ہماری پسند ناپسند، خاندانی اَنا و وقار کے بوجھ تلے دب کر سسک رہی ہو۔ یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے اور سوچنے کا مقام ہے کہ کہیں ہمارے کسی عمل سے حرام کا راستہ آسان تو نہیں ہو رہا ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسوم و رواج کا خود اختیاری ظلم

رسم و رواج ہماری زندگی کا ایسا لازمہ بن گئے ہیں کہ اس کو اختیار نہ کرنے والا فرد دنیا میں معتوب و مغضوب ٹھیرتا ہے۔ دلوں کے نہاں خانوں میں چھپے یہ بت ہیں کہ ٹوٹتے ہی نہیں۔ کہیں یہ معروف طریقہ اختیار کرنے کے پردے میں سامنے آتے ہیں، کہیں اپنی حیثیت کا اظہار کے نام پر اور کہیں کچھ اور بہانوں سے۔ رسوم و رواج کے یہی طوق تھے جن سے انبیاے کرام نے ہر دور میں لوگوں کو نجات دلائی۔ اسلام میں تصور جہیز، بری، بارات، لڑکی کی طرف سے دعوت طعام جیسے تصورات کا کوئی وجود نہیں اور نہ یہ کوئی تسلیم کرنے والی چیزیں ہیں۔ آج ان کو اسلامی غلاف چڑھا چڑھا کر قابل قبول بنانے کی کوششوں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اور نہ کرنے والوں پر مختلف پھبتیاں کسنا عام ہوگیا ہے۔ شاید یہ وہ دور ہے جب دین اجنبی ہو جائے گا اور اس پر عمل پیرا ہونا فرد کو اجنبیت کے دائرے میں لے آئے گا۔

زمانے کا ساتھ دے کر منکر کو معروف میں بدلنے میں بہت تھوڑا فائدہ ہے، جب کہ اللہ کے بتائے ہوئے معروف کو اختیار کرنا اور زمانے بھر میں اجنبی بن جانا، مشکل سہی لیکن فائدے کا سودا اور پُرسکون زندگی کی بنیاد ہے۔ یہ اس لحاظ سے بھی مفید ہے کہ جب انفرادی طور پر اپنی خوشی کے لیے بہ ظاہر بے ضرر نظر آنے والی چیز بھی معاشرے میں فتنے کا سبب بنے اور دوسرے افراد کے لیے ایک ایسی مثال قائم کرنے کا باعث ہو جس سے دین کی کسی بات پر عمل مشکل ہو جائے تو فرد کو اس چیز سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہیے تاکہ معاشرے میں اتباع سنت کی اصل روح برقرار رہے، اور مسلمانوں کی طرف سے یہ پیغام جائے کہ اسلام جائز اور حلال رشتوں کو آسان بنا کر لوگوں کو آسانیاں فراہم کرتا ہے اور حرام کا رستہ روکتا ہے۔

خود ساختہ نظریات

انتخاب زوجین میں سرپرست، یا والدین کا سارا زور ان خود ساختہ نظریات پر ہوتا ہے جو کسی خاندان، روایات، یا رہن سہن کی بنا پر ذہنوں میں راسخ ہو چکے ہوتے ہیں اور ان کی کوئی دلیل حدیث و سنت سے بھی نہیں ملتی ہے۔ یہاں ہم ان خود ساختہ نظریات کا جائزہ لیتے ہیں اور احادیث کی روشنی میں اس عمل کی دلیل دیکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱- نکاح کے لیے خاتون لازماً مرد سے کم عمر ہو۔

نبی کریمؐ کے اسوہ کو دیکھیں تو آپؐ نے اپنا پہلا نکاح ۲۵ سالہ نوجوان ہوتے ہوئے بھی ایک ۴۰ سالہ بیوہ سے کیا، لہٰذا لڑکی کا لازماً کم عمر ہونا ضروری نہیں۔ اس قسم کی پابندیوں کا مقصد نکاح کو مشکل بنانا ہے۔ بعض اوقات دو چار سال ہی کا فرق ایسا اہم ہو جاتا ہے کہ ساری کی ساری دین داری اس کی نذر ہو جاتی ہے اور فرد محض اس بنا پر نامعقول قرار پاتا ہے کہ وہ مرد سے دو، چار سال کے فرق سے بڑا ہے۔ اسلام میں نکاح کے لیے خاتون کا لازماً مرد سے کم عمر ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

۲- غیر شادی شدہ مرد کی شادی لازماً ایک غیر شادی شدہ خاتون ہی سے ہونی چاہیے۔

سیرت سے آنحضرتؐ کے پہلے نکاح کی مثال تو ملتی ہی ہے، تاہم اس سلسلے میں حدیث سے بھی مثال ملتی ہے کہ ''حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہوئے اور سات یا نو بیٹیاں چھوڑ گئے۔ پھر میں نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ آنحضرتؐ نے پوچھا جابرؓ تو نے نکاح کیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آنحضرتؐ نے فرمایا باکرہ سے یا ثیبہ (شادی شدہ) سے؟ میں نے عرض کیا ثیبہ سے۔ آپؐ نے فرمایا اور! کنواری سے کیوں نہ کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے باپ شہید ہوئے اور سات یا نو بیٹیاں (میری بہنیں) چھوڑ گئے، میں نے یہ پسند نہ کیا کہ انھی کی سی ایک اور (کم عمر) بیاہ لاؤں، اس لیے میں نے ایک جہاندیدہ عورت سے نکاح کیا جو ان کی نگرانی رکھے۔ (بخاری)

پس حالات و واقعات کے تناظر میں اگر کوئی فرد یہ فیصلہ کرتا ہے تو خلاف اسلام کام کا پہلو نہیں نکلتا، یعنی معاملہ ترغیب کا ہے، لازماً شرطِ نکاح بنا لینے کا نہیں۔ بہتر ہے کہ خوش گوار زندگی کے لیے ہم مزاج اور ہم عمر فرد کا انتخاب کیا جائے تاہم اگر کبھی حالات کے پیش نظر یا ضرورتاً یا ان وجوہات کے علاوہ اگر کوئی فرد رغبتاً بھی کسی بیوہ یا مطلقہ کو اپنے نکاح میں لانا چاہ رہا ہو، جب کہ وہ خود ایک غیر شادی شدہ مرد ہے، تو یہ شرعاً کوئی ممنوع فعل نہیں ہے۔ نبی اکرمؐ اور حضرت خدیجہؓ کی مثال پھر ہماری یہاں رہنمائی کرتی ہے۔ ہمیں ہمہ وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہماری نظر میں قابل اعتراض حرام امور ہونے چاہییں نہ کہ جائز اور مستحب امور جن کا سنت میں بھی پایا جانا ثابت ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳- خاتون یا خاتون کے سرپرست کی طرف سے پیغام نکاح قابلِ شرم فعل ہے۔

ہمارے ہاں خاتون یا خاتون کے سرپرست کی جانب سے پیغامِ نکاح بھیجنا معیوب سمجھا جاتا ہے حالانکہ شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اوران سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ سن کر حضرت انسؓ کی بیٹی بولی (کمبخت) کیا بے شرم عورت تھی، ارے تھو، ارے تھو۔ حضرت انسؓ نے کہا: وہ عورت تجھ سے بہتر تھی۔ اس نے آنحضرتؐ کی محبت میں خود اپنے آپ کو پیش کیا (بخاری)۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براہِ راست پیغامِ نکاح دینا حیا کے منافی نہیں ہے بلکہ شرف حاصل کرنے کا جذبہ ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ ایک عورت کسی صالح شخص کو اس کی نیکی کی وجہ سے پیغامِ نکاح دے سکتی ہے۔ اسلام کا عمومی اصول نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بتلایا ہے کہ لا نکاح الا بولی "نکاح ولی کے ذریعے ہوتا ہے"۔ اس طرح کے نادر واقعات سے ایسی صورت میں جب ولی نہ ہو یا عورت خود جرأت کر کے پیغامِ نکاح دے سکتی ہو، کا جواز نکلتا ہے، جب کہ بنیاد دین دار شوہر کی طلب ہو۔

حضرت خدیجہؓ بھی ایک بیوہ خاتون تھیں انھوں نے بھی آپؐ کو پیغامِ نکاح بھجوایا تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ام المومنین حفصہؓ بیوہ ہوگئیں (ان کے خاوند خنیسؓ بن خدافہ سہمی جو آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے تھے مدینہ میں گزر گئے، جنگ اُحد میں زخمی ہوئے تھے) تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوبکرؓ سے حضرت حفصہؓ سے نکاح کے لیے کہا مگر انھوں نے خاموشی اختیار کرلی۔ اس کے بعد رسول اکرمؐ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کا پیغام بھیجا (بخاری)۔ یہ ایک طویل واقعے کا اقتباس ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاتون یا خاتون کے سرپرست کا اسلامی حدود کے اندر رہتے ہوئے پیغام نکاح میں پہل کرنا کوئی قابل اعتراض اور قابلِ شرم بات نہیں، جس طرح ہمارے معاشرے میں اس کو سمجھا جانے لگا ہے۔ خیال رہے کہ اسلامی حدود کی پامالی اور بے حیائی کا کوئی پہلو اس میں شامل نہ ہو۔

تقریبِ نکاح

اب ہم مختصراً دیکھتے ہیں کہ سیرتؐ سے ہمیں تقریب نکاح کا کیا نمونہ ملتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے (بدن یا کپڑے) پر زرد دھبہ دیکھا تو پوچھا: کہو کیا حال ہے (یہ زردی کیسی ہے؟)۔ انھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں نے گٹھلی برابر سونا مہر مقرر کر کے ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بارك الله لك، ولیمہ تو کرو خواہ ایک بکری ہی کا سہی (بخاری)۔ لڑکی کے گھر والوں کی طرف سے دعوت طعام کا بوجھ ہٹا کر ایک کھانا دعوت ولیمہ کا سنت رکھا گیا۔ حدیث میں اس ضمن میں جو ہدایات و رہنمائی ملتی ہیں وہ بھی ہم سب کے سامنے ہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: ''وہ دعوت ولیمہ کیا ہی بری دعوت ہے جس میں صاحب حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور مسکینوں سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ (مسلم)

ایک اور جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بلاشبہہ برکت کے اعتبار سے سب بڑا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوں (شعب الایمان للبیہقی)

یہ تمام احادیث ہمارے معاشرے کے موجودہ رجحانات اور طریقہ کار کی نفی کرتی ہیں جو ہم نے نکاح جیسی سادہ، آسان اور پاکیزہ سنت کے ضمن میں اختیار کیا ہے۔ نہ مہمانوں کی تعداد کا مسئلہ اور نہ اس شان و شوکت کا اظہار جو اسراف اور نمود و نمایش میں شمار ہوتی ہیں کہ وقت کے نبیؐ کے بھی ان دو اصحابؓ (حضرت جابرؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ) کے نکاح میں شرکت ممکن نہ ہوئی تو نہ کوئی ناراضی پیدا ہوئی نہ کوئی گلہ شکوہ۔ اتباع سنت کے ضمن میں اگر ہم نے انتخابِ ازواج اور نکاح کی تقریب ہی کو سنت کے مطابق کرلیں تو ہمارے حب رسول کا دعویٰ کچھ ثابت ہو جائے۔

ایمان دراصل ہے ہی یہ کہ انسان ان تمام رسوم و رواج اور طریقوں سے جو اسلام کے بالمقابل آکر اسلامی طرزِ حیات کو مسخ کرتے ہوں، دستبرداری کا اعلان کر کے کلمہ کو عملاً اپنی زندگی میں نافذ کرے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ درآمد شدہ تمام رسومات اور نظریات کو پوری ہمت و جرأت کے ساتھ پاؤں تلے روند دیا جائے کیونکہ ان چیزوں نے نہ صرف دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے بلکہ معاشرے میں مفسدات وغلط رجحانات کا باعث یہی چیزیں ہیں۔ بے شک یہ تمام کام جاہلیت کی نشانیوں میں سے ہیں اور اسلام جاہلیت سے نجات دلانے آیا تھا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے نظریات و افکار کو بھی مسلمان کرنے کی توفیق دے اور معاشرے میں اسلام کی اصل تصویر کو پیش کرنے والا بنائے جس میں معروف پر عمل آسان اور منکر پر مشکل ہوتا ہے۔ (آمین)

© rasailojaraid.com